اصلاحِ عقائد و اعمال پر مشتمل
چالیس احادیثِ قدسیہ کا ایمان افروز مجموعہ
چالیس
احادیثِ قدسیہ
تالیف
محمد طفیل احمد مصباحی
دبستانِ نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز

مؤلف

محمد طفیل احمد مصباحی

ناشر

دبستانِ نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز

dabistanenawwabiya@gmail.com

www.dabistanenawwabiya.com

نام کتاب : **چالیس احادیثِ قدسیہ**

مؤلّف : **محمد طفیل احمد مصباحی**

موبائل نمبر : +91 841690925

صفحات : 84

ناشر : **دبستانِ نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز**

dabistanenawwabiya@gmail.com

www.dabistanenawwabiya.com

تعداد : 500

سن اشاعت : اپریل 2020

قیمت : 75 روپے

ملنے کا پتہ

آستانۂ عالیہ نوّابیہ قاضی پور شریف

پوسٹ منڈوہ، تحصیل کھاگا، ضلع فتحپور ہسوہ، یوپی (انڈیا) - 212653

برائے رابطہ :- 9415494492 - 9726880001

9426268823 - 8866222412

فہرست مضامین

شرفِ انتساب

شمس العارفین، بدر الکاملین،

فخر السالکین، قدوۃ الواصلین،

عاشقِ سید المرسلین

حضرت الحاج صوفی **سیّد توّاب علی شاہ**

حسنی، عزیزی، جہاں گیری، منعمی، ابولعلائی

رضی اللہ عنہ

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یکے از خدام نوابی

محمد طفیل احمد مصباحی

خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

دعائیہ کلمات

از: پیکر علم و حکمت، فخر المدرسین حضرت علامہ
محمد اصغر علی مصباحی دام ظلہ العالی
وائس پرنسپل دار العلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، ضلع بھدرک، اڑیسہ

شریعت اسلامی کے چار بنیادی ماخذ میں ”احادیث کریمہ“ ایک اہم ماخذ ہیں۔ یہ علوم و معارف کا سرچشمہ بھی ہیں اور رشد و ہدایت کا گنجینہ بھی۔ قرآن مقدس کو سمجھنے کے لیے احادیث کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر دین کی تفہیم و توضیح ممکن نہیں۔ احادیث رسول ﷺ کی خدمت و ترویج میں ہمارے ائمہ کرام محدثین عظام اور فقہائے ذی احترام نے اپنی زندگی وقف کر دی اور دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال ہوئے۔ احادیث طیبہ کی ترویج و اشاعت بڑی سعادت کی بات ہے۔ خوش بخت افراد کو ہی اس کارِ خیر کی توفیق ارزاں ہوتی ہے۔

فنّ اصولِ حدیث پر نظر رکھنے والے اہل علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ احادیث کے مختلف مدارج و مراتب ہیں۔ صحیح، حسن، ضعیف، موضوع اور پھر ان میں سے ہر ایک کے مختلف انواع و اقسام ہیں۔

کسی بھی حدیث پر صحت و ضعف کا حکم سند کے اعتبار سے لگتا ہے، ورنہ متن کے لحاظ سے ساری حدیثیں اقوالِ رسول ﷺ کی حیثیت سے یکساں ہوتی ہیں۔

ذخیرۂ احادیث میں حدیث کی ایک مشہور قسم "حدیث قدسی" بھی ہے۔ "حدیث قدسی" بڑی اعلیٰ درجے کی حدیث مانی جاتی ہے اور اپنی عظمت و تقدس کے لحاظ سے "حدیث قدسی" کے نام سے موسوم کی جاتی ہے، کلامِ الٰہی ہونے کی حیثیت سے حدیث قدسی گویا ایک طرح سے قرآن مقدس کے مشابہ ہے۔ کیوں کہ حدیث قدسی اس فرمانِ الٰہی کو کہتے ہیں جو زبانِ رسالت مآب ﷺ سے مروی ہو۔

شعب الایمان کی حدیث ہے:

من حفظ علیٰ أمتی أربعین حدیثا من أمر دینها بعثه الله یوم القیامة فی زمرة الفقها والعلماء.

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت تک دینی امور پر مشتمل چالیس احادیث پہنچائے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو فقہا اور علما کے زمرے میں اٹھائے گا۔

اس حدیث کے پیش نظر ہر دور کے علماء و محدثین نے چالیس احادیث پر مشتمل مجموعے (اربعین) شائع کیے اور ثوابِ اخروی کے مستحق ٹھہرے۔

زیر نظر کتاب "چالیس احادیث قدسیہ" اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوب صورت کڑی ہے، جسے عزیز القدر مولانا محمد طفیل احمد مصباحی زید مجدہٗ نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ تیار کی ہے اور صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب

حدیث سے عقائد و احکام اور اصلاح معاشرہ سے متعلق چالیس احادیث مبارکہ کا مجموعہ تیار کر کے ایک قابلِ قدر خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اور مؤلف کو دین و دنیا کی بے شمار برکتوں اور سعادتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

عزیزم طفیل احمد مصباحی سلمہٗ، راقم الحروف کے شاگرد ہیں اور تین سال ہمارے دارالعلوم مجاہد ملت، دھام نگر شریف، بھدرک اڑیسہ میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ ماشاء اللہ زمانۂ طالب علمی سے ہی نہایت محنتی واقع ہوئے ہیں۔ نوجوان علمائے کرام میں اچھی صلاحیت کے مالک ہیں۔ کم عمری میں ہی ایک درجن سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں شاد و آباد رکھے اور ان کے علم و عمل اور عمر و اقبال میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

از: **محمد اصغر علی مصباحی**

خادم دارالعلوم مجاہد ملت

دھام نگر شریف، بھدرک، اڑیسہ۔

عرضِ مؤلّف

حضور نبی اکرم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو "حدیث" کہتے ہیں۔ اسلامی شریعت میں قرآن مقدس کے بعد "احادیث طیبہ" کو بلند ترین مقام حاصل ہے۔ احکام شرعیہ اور اقوالِ فقہیہ کا دار و مدار انہیں پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ کی ترویج و اشاعت میں ہمارے علماء و محدثین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور احادیث کی خدمت کا مبارک فریضہ انجام دیا ہے۔ معلم کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے احادیث کی خدمت و اشاعت کرنے والوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

نضّر الله إمرأ سمع مقالتی فوعاها فاداها کماسمع.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز و شاداب رکھے جو میری حدیث سن کر یاد کرے اور اسے دوسروں تک پہنچائے۔

اسی طرح چالیس احادیث کی ترویج و اشاعت کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان، جلد دوم، ص: ۲۷۰، حدیث نمبر: ۱۷۲۶ کے تحت یہ حدیث پاک بیان کی ہے:

من حفظ علیٰ أمتی أربعین حدیثا من أمردینها بعثه الله فی زمرة الفقهاء والعلماء. وفی روایة: وکنت له یوم

القیامۃ شافعا و شھیدا.

ترجمہ: جو میری امت تک دینی امور پر مشتمل چالیس احادیث پہنچائے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن فقہا و علما کے زمرے میں اٹھائے گا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ: کل قیامت کے دن میں اس شخص کی شفاعت کروں گا اور اس کے لیے گواہ بن جاؤں گا۔

مندرجہ بالا فرمانِ رسالت کے مطابق ہر دور میں اہل علم نے چالیس احادیث کا مجموعہ، جسے "اربعین" بھی کہا جاتا ہے، ترتیب دے کر عوام و خواص کے سامنے پیش کیا ہے۔

اسی فضیلت و برکت کے حصول کے لیے راقم الحروف کی برسوں سے خواہش تھی کہ چالیس حدیث کا ایک مجموعہ تیار کرکے شائع کیا جائے تاکہ دین و دنیا کی سعادتوں سے فقیر بھی ہمکنار ہو سکے۔

الحمد للہ! یہ یہ خواہش پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ میں نے اس مجموعے میں خاص طور سے چالیس "حدیث قدسی" جمع کی ہے اور حسبِ ضرورت و لیاقت ان حدیثوں کی توضیح و تشریح بھی کی ہے

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے "حدیث قدسی" کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

الحدیث القدسی یرو یہ صدر الرُّواۃ و بدر الثقات علیہ افضل الصلوٰہ وأکمل التحیات عن اللہ تعالیٰ تارۃ بواسطۃ جبریل علیہ السلام وتارۃ بالوحی والإلھام والمنام.

(مقدمه الاحاديث القدسيه الأربعينه)

ترجمہ: حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جسے صدر الراوۃ، بدر الثقات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل سے بذریعۂ جبرئیل یا بذریعۂ وحی والہام وخواب روایت کی ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ راقم آثم کی اس حقیر سی خدمت کو قبول فرمائے اور اس کار خیر کا ثواب معلم کائنات ﷺ اور آپ کے جملہ آل واصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ طیبہ کو پہنچائے اور اسے راقم کے حق میں دنیا وآخرت کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیهم التحية والتسليم.

محمد طفیل احمد مصباحی

خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

۲۲؍ رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

۷؍ جون ۲۰۱۸ء بروز بدھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
و علیٰ اٰلہ و صحبہ اجمعین

حدیثِ قُدسی

۱

حدثنا الحميدي، حدثنا سفيان، حدثنا الزهري، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة- رضي الله تعالىٰ عنه - قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال الله عزّ و جلّ: يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ اٰدَمَ ، يَسُبُّ الدَّهْرَ ، وَاَنَا الدَّهْرُ ، بِيَدِيَّ الْاَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.[۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کا فرمانِ عالی شان ہے کہ: ابن آدم مجھے

---

(۱)- (الف):صحيح البخاري، كتاب التوحيد، حديث: ٧٤٩١، ص:١٨٤٩، دار الفكر، بيروت.
(ب) : صحيح مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب، حديث: ٥٧٥٦، ص:١١٢٦، دارالفكر، بيروت

تکلیف دیتا ہے(اور وہ اس طور پر کہ) وہ زمانے کو گالی دیتا ہے اور اسے برا بھلا کہتا ہے۔ حالانکہ میں خود دہر (زمانہ) ہوں اور اس کے سارے معاملات میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ میں رات اور دن کو پھیرتا ہوں اور الٹ پلٹ کرتا ہوں۔

تشریح: معلّمِ کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے ادا ہونے والے اللہ رب العزت کے اس مبارک کلام (حدیثِ قدسی) کا تعلق ایمان اور تصحیح عقائد سے ہے۔ ایمان وعقیدہ درست رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مصائب و مشکلات میں مبتلا ہونے کے وقت زمانے کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ" کے تحت صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ پیش آمدہ مشکلات و مصائب کو اللہ کی طرف سے ابتلا و آزمائش سمجھنا چاہیے مشکل گھڑی میں الٹی سیدھی گفتگو اور نازیبا کلمات ہرگز ہرگز زبان پر نہیں لانا چاہیے کہ یہ ضیاعِ ایمان کا سبب ہے۔ الامان والحفیظ!

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کر کے ان کے ایمان کا امتحان لیتا ہے۔ لہذا اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ مصیبت اور پریشانی کے وقت حرفِ شکایت زبان پر نہ آنے پائے اور زمانے کو برا بھلا کہہ کر اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے کر دنیا و آخرت تباہ و برباد نہ کیا جائے۔

الفاظ حدیث کی تشریح:

قولہ: یوذینی ابن آدم: (ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے)

معاذ اللہ! اللہ رب العزت اس بات سے پاک و منزہ ہے کہ کوئی بندہ اسے اذیت اور تکلیف پہنچائے۔ اس حدیث قدسی کا مفہوم و مراد اور اس کے الفاظ کی توضیح تشریح یہ ہے کہ: ابن آدم مجھ سے اس انداز سے خطاب (گفتگو) کرتا ہے جو اسلوب خطاب، سامعین (سننے والے) کو تکلیف پہنچانے والا ہوتا ہے۔ تو بندہ اس قسم کا کفریہ جملہ بول کر خود ہی اپنی اذیت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ احمد قسطانی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

فالمراد: ان من یقول ھذا القول، یعرض نفسه للأذیٰ من الله تعالیٰ.[1]

یسب الدھر: یعنی بندے کے جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ دہر اور زمانے کو برا بھلا کہتا ہے۔

وانا الدھر: أي أنا خالق الدھر وخالق الحوادث التي تکون فیه، ولذا قال: (بیدي الأمر).

یعنی حدیث میں جو یہ کہا گیا کہ میں دہر اور زمانہ ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں دہر کا خالق و مالک ہوں اور دہر میں جو کچھ بھی حادثات و واقعات رونما ہوتے ہیں، ان کا خالق بھی میں ہوں۔ اس لیے اس کے بعد کہا گیا کہ: دہر کے سارے معاملات میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ یعنی وہ سارے معاملات

---

(۱)۔الاحادیث القدسیه، ص: ۳۱، مؤسسته الکتب التقافیه، بیروت

وحادثات جن کی نسبت لوگ دہر اور زمانے کی طرف کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان سب کا خالق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

ان واقعات و حوادث کے رونما ہونے اور مصائب و مشکلات کے نازل ہونے میں دہر اور زمانے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں اور ان پر زمانے کا کوئی اثر نہیں ہے۔

اقلب اللیل والنهار: یعنی رات یا دن کے کسی وقت جو کچھ بھی حادثات رونما ہوتے ہیں، ان حادثات کو بھی میں ہی پھیرتا ہوں۔

حدیثِ قُدسی

۲

حدثنا أبو اليمان، حدثنا شعيب، حدثنا أبو الزّناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة – رضي الله تعالىٰ عنه – عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، قال:

قَالَ اللهُ تَعَالىٰ عزّ وجلّ: كَذَّبْنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِيْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيْبُهٗ إِيَّايَ، فَقَوْلُهٗ: لَنْ يُّعِيْدَنِيْ كَمَا بَدَأَنِيْ، وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ؟ وَأَمَّا شَتْمُهٗ إِيَّايَ، فَقَوْلُهٗ: إِتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِيْ

كُفُوًا أَحَدٌ. [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم نے مجھے جھٹلایا، حالاں کہ یہ مناسب نہیں تھا۔ اور مجھے بُرا بھلا کہا، جب کہ یہ مناسب نہیں تھا۔ (یعنی بندہ مجھے جھٹلائے اور مجھے بُرا بھلا کہے۔ یہ اس کے لیے مناسب نہیں تھا) بندے کا میری تکذیب کرنا اور جھٹلانا یہ ہے کہ اس نے کہا: اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جیسا کہ مجھے ابتدا میں پیدا کیا تھا اور مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ بندے نے کہا: اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ (یعنی اللہ کا بیٹا ہے) حالاں کہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں (بیوی، بچوں سے)........

تشریح: قال السندی: "وأمّا شتمه" أی ذکر أسوأ کلام وأشنعهٗ فی حقی، وإن کانت الشناعة فی الأول أیضًا موجودة بنسبة الکذب إلٰی إخباره والعجز الیه، تعالیٰ عن ذالك علو اکبیرا. [2]

ترجمہ: شیخ سندی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں سب وشتم

---

(۱)-(الف): بخاری شریف، کتاب التفسیر من سورة الاخلاص، ص: ۱۲۷۱، حدیث: ۷۹۷٤، دار ابن کثیر، بیروت.

(ب): سنن نسائی، کتاب الجنائز، حدیث: ۲۰۷٤، ص: ۵۱۰، دار الفکر، بیروت.

(ج): المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۱۰۷۵۱، جلد ۱۰، ص: ۳۷۵، مکتبه ابن تیمیه، قاهره

(۲)-حاشیه سنن نسائی، تحت حدیث: ۲۰۷٤، ص: ۵۱۰، بیروت

کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق میں غیر مناسب کلام کیا جائے، اگرچہ یہ قباحت اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے میں بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں سے پاک و منزہ ہے۔

حدیثِ قدسی

۳

عَن ابْنِ عَبَّاسٍ – رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا – عَنِ النَّبِيِّ – صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عليه وسَلَّم – فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى أَنَّهُ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ ؛ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْع مَائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَاف كَثِيْرَةٍ . وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً. (۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے روایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

(۱)-(الف) بخاری شریف، کتاب الرقاق، حدیث:٦٤٩١، دار الفکر، بیروت
(ب) مسلم شریف، کتاب الایمان، حدیث: ۱۳۱، ص:۸۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت
(ج) الاربعین النوویہ، حدیث:۳۷، ص:۱۲۵، مکتبۃ المدینہ، دھلی

بیشک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ دیا ہے اور انہیں واضح کر دیا ہے۔ تو جو شخص نیک عمل کرنے کا قصد و ارادہ کرے، مگر نیک عمل نہ کرے، پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے نزدیک اس کے لیے پوری ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر نیکی کا قصد و نیت کرنے کے ساتھ بندہ نیک عمل بھی کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کو (اس نامۂ اعمال میں) دس نیکیوں سے لے کر سات سو، بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیوں کا ثواب عطا کرتا ہے۔

اور اگر بندہ بُرا کام کرنے کا محض قصد و ارادہ کرے لیکن برائی میں ملّوث نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر بندہ برائی کرنے کی نیت کرلے اور بُرائی میں ملوث بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے صرف ایک بُرائی لکھتا ہے۔

نوٹ: اسی حدیث سے ملتی جلتی ایک حدیث اور ہے، جسے امام بخاری علیہ الرحمہ نے "صحیح بخاری شریف" "کتاب التوحید، حدیث نمبر: ۷۵۰۱، ص: ۱۸۵۱، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

يَقُوْل الله تعالىٰ: إذا أراد عبدي أن يعمل سيئةً فلا تكتبوها عليه حتى يعملها، فإن عملها فاكتبوها بمثلها، و إن تركها من أجلى فاكتبوها له حسنة، وإذا أراد أن يعمل حسنة فلم يعملها ، فاكتبوها له حسنة، فإن عملها فاكتبوها له بعشر امثالها إلى سبع مائة.

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ (اپنے فرشتوں سے) کہتا ہے: جب میرا

بندہ برائی کرنے کا ارادہ کرے، تو جب تک وہ اس کا ارتکاب نہ کرے، اس کے نامۂ اعمال میں اس برائی کو نہ لکھو۔ اور اگر وہ برائی کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس کے مثل (یعنی ایک برائی کے بدلے ایک گناہ) اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دو۔ اگر وہ بندہ میری وجہ سے اس گناہ کو ترک دے تو (میری وجہ سے ترک گناہ کے سبب اس کے نامۂ اعمال میں) ایک نیکی لکھ دو۔ اور جب میرا بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرے، مگر اس نیکی کو ابھی انجام نہ دے (پھر بھی) اس کے لیے (اس کے نامۂ اعمال میں) ایک نیکی لکھ دو۔ اور اگر میرا بندہ نیکی کے قصد و ارادے کے ساتھ اس نیکی کو انجام دے دے تو اس کے لیے (یعنی اس کے نامۂ اعمال میں) دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک کا ثواب لکھ دو۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ، سبحان اللہ العظیم۔

رحمت حق بہا نمی جوید
رحمتِ حق بہانہ می جوید

توضیح وتشریح: اللہ رب العزت کی رحمتِ کاملہ اور اس کے فضل و احسان کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ بندے کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ عزوجل سے اس کی رحمت اور فضل و کرم کے طلب گار رہے۔ عدل کے بجائے اس کے فضل کا سوال کرتا رہے۔

مندرجہ بالا دونوں حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بیکراں اور فضل بے پایاں کا ذکر ہے کہ بندے کو محض نیکی کے قصد و ارادہ کرنے پر ایک نیکی ملنے کی بشارت دی گئی ہے اور قصد و ارادے کے ساتھ نیک عمل انجام دینے کا ثواب دس سے سات سو نیکیاں بندے کے نامۂ اعمال میں لکھے جانے

کی بشارت دی گئی ہے۔ کرم بالائے کرم یہ کہ نیک عمل کے مثل بُرے عمل کے قصد و ارادے پر اللہ تعالیٰ بندے سے مواخذہ نہیں فرماتا ہے۔ بلکہ اگر بندہ، اللہ کے خوف سے بُرے عمل کا ارادہ ترک کر دے تو اس پہ بھی ایک نیکی اور ایک اجر ملنے کی بات کہی گئی ہے اور اگر بندہ نفس کی شرارت اور شیطان کے بہکاوے میں آکر بُرے عمل کا ارتکاب کر بیٹھے تو صرف ایک بُرائی کے مثل ایک گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ حالاں کہ عدل کا تقاضا یہ تھا کہ جس طرح نیک عمل کے قصد و ارادے سے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے، بُرے عمل کے قصد و ارادے سے بھی ایک گناہ بندے کے نامۂ اعمال میں درج کیا جائے۔ اور جس طرح ایک نیکی کا ثواب دس گنا یا اس سے زائد ہے، اسی طرح ایک بُرائی کا عذاب و وبال بھی دس گنا یا اس سے زیادہ ہوتا۔ مگر قربان جائیے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بیکراں اور بے پایاں فضل و احسان پر کہ اس نے اپنے عدل پر فضل کو ترجیح دی اور ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا رکھا اور ایک بدی اور ایک گناہ کا عذاب و عتاب اس کے مثل رکھا۔

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ (۱)

ترجمہ: جو نیک عمل کرے، اس لیے اس کے مثل دس ہے اور جو بُرا عمل کرے تو اس کا بدلہ اس کے مثل ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

---

(۱)-قرآن مجید، سورۃ الانعام، آیت ۱۶۰، پارہ:۸

حدیثِ قُدسی

۴

عَنْ أَبِیْ ذَرٍ الْغِفَارِیِّ – رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عنہُ – عَنِ النَّبِیِّ – صَلَّی اللّٰہُ تعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم – فِیْمَا یَرْو یہ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّ وَجلَّ أَنَّہٗ قَالَ: یَا عِبَادِیْ إِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلیٰ نَفْسِیْ وَجَعَلْتُہٗ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ فَاسْتَھْدُوْنِیْ أَھْدِکُمْ ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُہٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ أُطْعِمُکُمْ ، یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ فَاسْتَکْسُوْنِیْ أَکْسُکُمْ ، یَا عِبَادِیْ إِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ أَغْفِرْ لَکُمْ، یَا عِبَادِیْ إِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ ، یَا عِبَادِیْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَإِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلیٰ أَتْقٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَا زَادَ فِیْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَإِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلیٰ أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُم نَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا، یَا عِبَادِیْ لَوْ أَنَّ أَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ وَإِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِیْ فَأَعْطَیْتَ کُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَہٗ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ إِلَّا

كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ ، يَا عِبَادِيْ إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيْكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهٗ.[1]

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کا فرمان عالی شان ہے کہ:

اے میرے بندے! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے تو تم لوگ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندے! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے، مگر وہ جسے میں ہدایت دوں، (وہ ہدایت یافتہ ہے) تو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔

اے میرے بندے! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے، مگر میں جسے کھانا کھلاؤں، تو تم مجھ سے رزق اور کھانا طلب کرو، میں تمہیں رزق دوں گا۔

اے میرے بندے! تم سب کے سب برہنہ اور بے لباس ہو، مگر جسے میں لباس پہناؤں تو مجھ سے لباس مانگو، تمہیں لباس عطا کروں گا۔

اے میرے بندے! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور معصیت میں مبتلا رہتے ہو اور میں تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔ تو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگو، میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا۔ اے میرے بندے! تم مجھے

---

(۱)-(الف): صحیح مسلم شریف، کتاب البرّ والصلة والآداب، حدیث: ٦٤٦٧، ص: ١٢٧٥، دار الفکر، بیروت

(ب): الأربعین للنووی، حدیث: ٢٤، ص: ٩٢، مکتبة المدینه، دهلی

نہ نقصان و ضرر پہنچا سکتے ہو اور نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہو۔ (یعنی مجھے نفع یا ضرر پہنچانے کی تمہارے اندر طاقت نہیں)

اے میرے بندے! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور تمام جِنّ و انس تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں پھر بھی میری حکومت و بادشاہت میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اگر تمہارے اگلے پچھلے اور انسان و جنّات سب کے سب تم میں سے سب سے بُرے آدمی کی طرح ہو جائیں، پھر بھی میری بادشاہت میں کوئی خلل اور کمی نہیں کر سکتے۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور انسان و جنّات سب مل کر کسی ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں سب کو عطا کر دوں، پھر بھی میرے خزانے میں اتنی مقدار میں بھی کمی نہیں ہو سکتی، جتنی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہوتی ہے۔

اے میرے بندے! تمہارے یہ اعمال جنہیں میں تمہارے لیے شمار کرتا ہوں اور ان کا پورا اجر (بدلہ) تمہیں دیتا ہوں، تو جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور پائے، وہ اپنے نفس پر ہی ملامت کرے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ — رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ — قَالَ : قَالَ

رَسُوْلُ اللهِ — صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ : أَنَا مَعَ عَبْدِيْ إِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بندہ جب تک میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر میں اس کے ہونٹ ہلتے رہتے ہیں، میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں "ذکر الٰہی" کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ذکر الٰہی کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا، اس کی تسبیح و تحمید بیان کرنا، اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہنا وغیرہ۔

قرآن و حدیث میں "ذکر الٰہی" کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ یعنی تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا، تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا۔

بخاری شریف، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، حدیث: ۶۴۰۷، ص:۱۵۹۶، مطبوعہ بیروت میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

---

(۱)-(الف): بخاری شریف، کتاب التوحید، حدیث: ۷۵۲۴، ص:۱۸۵۹، دار ابن کثیر، بیروت

(ب): مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعات، باب ذکر اللہ عزوجل، حدیث: ۲۲۸۵، ص:۷۰۸، المکتب الاسلامی، بیروت

(ج): جمع الجوامع، حدیث: ۱۵۱۶۲، ۵/ ۲۹۰، دارالکتب العلیمہ، بیروت

مثل الذی یذکر ربه والذی لایذکر ربه مثل الحی والمیت.

ترجمہ: جواللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ انسان کی ہے اور جو ذکرِ الٰہی نہیں کرتا ہے، وہ مردہ انسان کے مثل ہے۔

ذکرِ الٰہی کی فضیلت سے متعلق مندرجہ ذیل حدیث مسلمانوں کو دعوتِ فکر و عمل دیتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ تمہاری زبان ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں تر رہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لایزال لسانك رطبا من ذكر الله.

حضرت امام احمد بن حنبل، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور ابن حبّان نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

٦

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَة – رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ – قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ – صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – قَالَ اللهُ تَعَالىٰ : أَنْفِقْ يَا ابْنِ اٰدَمَ أُنْفِقُ عَلَيْكَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان عالی شان نقل فرمایا کہ:

اے ابن آدم! تم (میری راہ میں) خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا۔

تشریح:

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

یہ حدیث پاک انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور خدمتِ خلق کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی راہ میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے کی تعلیم و ترغیب دیتا ہے اور اس بات کی ضمانت لیتا ہے کہ اگر تم انفاق فی سبیل اللہ کرو گے اور میرے حاجت مند بندوں پر خرچ کرو گے تو اس کے بدلے میں تم پر خرچ کروں گا اور اپنے فضل و کرم سے تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ!!!

بخاری شریف کی مشہور حدیث ہے:

”الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، إِرْحَمُوْا مَنْ فِيْ الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِيْ السَّمَاءِ.

یعنی اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے وہ رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والے (فرشتے وغیرہ) تم پر رحم کریں گے۔

رحم کرنا، یہ عام ہے، خواہ مال و دولت خرچ کر کے کسی پہ رحم کیا جائے جائے یا کسی اور معروف طریقے سے۔ انفاق فی سبیل اللہ، خدمتِ خلق، قرضِ حسنہ، حسنِ اخلاق، قید سے رہائی وغیرہ، یہ تمام چیزیں ”رحم وکرم“ کے مفہوم میں شامل و داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب رؤف رحیم کے صدقے ہم سب کو اپنے مسلمان بھائیوں کا تعاون اور ان پہ رحم وکرم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

حدثنا محمد بن عثمان بن كرامة، حدثنا خالد بن مَخلد، حدثنا سليمان بن بلال، حدثني شريك بن عبد الله بن أبي نمرٍ عن عطاء عن أبي هريرة – رضي الله تعالىٰ عنه – قال رسول الله – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: مَنْ عَادىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا إِفْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنْ إِسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهٗ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِيْ عَنْ نَفْسِ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ.[1]

---

(۱)-(الف): صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث: ٦٥٠٢، ص: ١٦١٧، دار ابن کثیر، بیروت

(ب): جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، حدیث: ١٥١٤٦، ج: ٥، ص: ٢٨٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی کہ:

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) جو میرے ولی سے عداوت و دشمنی رکھے، میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے، ان عبادات و فرائض کے ذریعے جو میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ (اسی طرح) بندہ نوافل (نفل عبادات) کے ذریعے مسلسل میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا اور چلتا ہے اور جب بندہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں۔ جب میری پناہ ڈھونڈتا ہے تو اسے پناہ دیتا ہوں۔ اور جو کام میں کرتا ہوں اس میں مجھے اتنا تردّد کسی میں نہیں ہوتا جتنا کہ بندۂ مومن کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ موت کو پسند نہیں کرتا اور میں پسند نہیں کرتا کہ اسے ملول و مغموم کردوں۔

تشریح: حضرت امام بخاری کے علاوہ خاتم المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی نے "جمع الجوامع" ۲۸۸/۵، حدیث نمبر:۱۵۱۴۶ میں اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ لیکن اس میں ان کلمات کا بھی اضافہ ہے: وَفُؤادُہٗ الذی یَعقلُ بِہٖ وَلِسَانُہٗ الّذِی یَتَکَلَّمِ بِہٖ. یعنی جو بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرّب حاصل کرتا ہے، میں اس کا دل بن جاتا ہوں، جس سے وہ سوچتا اور غور و فکر کرتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں، جس سے وہ بولتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں اولیاے کرام، بزرگان دین اور مشائخ عظام کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ولی کی عداوت و دشمنی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عداوت قرار دی ہے اور اولیاے کرام سے بغض وعداوت رکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ کا وعدہ فرمایا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ! علاوہ ازیں اس حدیث میں ”نوافل“ کی اہمیت پہ روشنی ڈالی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ بندہ فرائض و نوافل پہ دوام و استمرار اختیار کر کے تقرب الی اللہ کے بلند ترین مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت اسی وجہ سے اولیائے کرام اور بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور ان کی تعظیم و توقیر میں پیش پیش رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو کماحقہ اولیاے کرام کی عقیدت و محبت بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے مالامال کرے۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

٨

حدثنا عمر بن حفص، حدثنا أبي، حدثنا الأعمش، سمعت أبا صالح عن أبي هريرة – رضي الله تعالیٰ عنه – قال النبي – صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:

يَقُوْلُ اللهُ تَعَالیٰ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ، وَأَنَا مَعَهٗ إِذَا ذَكَرَنِيْ فَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ، ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ ، وَإِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ

مَلَاءٍ ، ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَاءٍ خَيْرٌ مِنْهُمْ ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِيْ يَمْشِيْ، أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً. (١)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم، سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزّ وجل کا فرمان عالی شان ہے:

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں (یعنی میں اپنے بندوں سے ان کے ظن اور گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں) اور جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے (ذکر واذکار کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے) تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اور اگر بندہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو اس کے مطابق میں بھی بندے کو یاد کرتا ہوں اور جب بندہ مجھے مجمع اور گروہ میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع اور گروہ میں اس کو یاد کرتا ہوں۔ جب بندہ ایک بالشت کے برابر میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک گز کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک گز کے برابر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو گز کے برابر اس کے قریب ہوتا ہوں اور جب بندہ چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

توضیح و تشریح: یہ حدیث قدسی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

(ا)-(الف): بخاری شریف، کتاب التوحید، حدیث: ٧٥٣٦، ٧٥، ص:١٨٥٢، دار ابن کثیر، بیروت

(ب): مسلم شریف، کتاب الذکر والدعاء، حدیث: ٦٧٢٥-٦٧٢٤، ص:١٣٢١، دارالفکر بیروت

''حسنِ ظن'' رکھنے پر دلالت کرتی ہے اور بندے کو ذکرِ الٰہی پھر ابھارتی ہے اور بتاتی ہے کہ بندہ کس طرح نوع بہ نوع طاعات و عبادات کے ذریعہ قربِ خداوندی کے بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ نیز یہ مبارک حدیث بندے کو اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ بندہ ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ''حسنِ ظن'' رکھے۔ کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ ان کے ظن اور گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہے اور خَیر یا شَر جس چیز کی امید بندہ اپنے رب کے ساتھ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق بندے کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ جب دعا کرے تو اس بات کی امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول کرے گا۔ گناہ کرنے کے بعد توبہ و استغفار کرے تو بندہ اپنے رب سے اس بات کا حسن ظن رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ بخش دے گا۔ اور جب کوئی نیک کام کرے تو بندہ اس بات پہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ناقص عمل کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس۔

مَلأ: اشرافِ قوم یعنی قوم کے سرکردہ افراد اور با اثر حضرات کو ''ملأ'' کہتے ہیں، جن کی طرف لوگ اپنے معاملات میں رجوع کیا کرتے ہیں۔ لیکن یہاں مَلَأ سے گروہ یا جماعت مراد ہے۔ اس حدیث پاک میں جو بالشت، گز، چلنا، دوڑنا اور قرب وغیرہ سے متعلق جو باتیں بیان کی گئی ہیں، یہ محض تقریبِ فہم کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرب و بعد، بالشت، گز، مقدار اور چلنے، دوڑنے وغیرہ جیسی انسانی عارضے سے پاک و منزّہ ہے۔

سبحان اللہ وبحمد و سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ استغفر اللہ۔

حدیثِ قُدسی

۹

عن أبي هريرة — رضي الله تعالىٰ عنه — عن رسول الله — ﷺ — قال:

قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنَ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، قَالَ اللهُ: حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ، فَإِذَا قَالَ: الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قَالَ اللهُ: أَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ، فَإِذَا قَالَ: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، قَالَ اللهُ: مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ، فَإِذَا قَالَ : إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، قَالَ: هٰذَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ، قَالَ: هٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو نصف حصے میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جس کا وہ مجھ سے سوال کرے۔

جب بندہ نماز میں کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

(۱)–مسلم شریف، کتاب الصلوٰۃ، حدیث: ٧٦٤، ص:١٩٥، دار الفکر، بیروت

میرے بندے نے میری حمد اور تعریف بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے: الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا بیان کی۔ جب بندہ "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝" کہتا ہے تو اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے نے میرا مجد و شرف اور بزرگی بیان کی۔ پھر جب بندہ کہتا ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ (استعانت) ہے جس کا اس نے سوال کیا۔ اور جب بندہ کہتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۝، تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جس کا اس نے مجھ سے سوال کیا۔

حدیثِ قُدسی

۱۰

حدثنا علي بن خشرم، أخبرنا عيسىٰ بن يونس، عن عمران بن زائدة بن نشيط، عن أبيه، عن أبي خالد الوالبي، عن أبي هريرة — رضي الله تعالىٰ عنه — عن النبي — صلى الله تعالىٰ عليه وسلم — قال:

إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ : يَا ابْنَ اٰدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ، أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى، وَأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ

أَسُدَّ فَقْرَكَ. (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا یہ فرمانِ عالی شان بیان فرمایا کہ: اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے (ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد سارے دنیاوی معاملات چھوڑ کر) فارغ (متوجہ) ہو جا، میں تمہارے سینے کو بے نیازی سے بھر دوں گا اور تمہاری محتاجی کو روک دوں گا (یعنی تمہاری محتاجی دور کر دوں گا)، ورنہ میں تیرے دونوں ہاتھ دنیاوی کاموں میں باندھ دوں گا اور تیری محتاجی کو نہ روکوں گا۔

تشریح: انسان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (۲)

یعنی میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات کی ادائیگی دارین کی سعادتوں اور برکتوں کے حصول کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ عبادتِ الٰہی نہ صرف یہ کہ اللہ ورسول کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ ہے، بلکہ بے نیازی کے حصول اور محتاجی دور ہونے کا بھی ذریعہ ہے۔ بندگانِ خدا کو اس دنیاوی زندگی میں جو رنج وغم اور فکر و پریشانی لاحق ہوتی ہے، اس مبارک حدیث میں اس کا علاج بتایا گیا ہے اور وہ ہے: اللہ تعالیٰ کی طاعات و عبادات میں مشغول رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱)-جامع الترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق، حدیث:۲٤۷٤، ص:۷۱۳، دار الفکر، بیروت

(۲)-قرآن مجید، سورة الذٰریت، آیت: ٥٦، پارہ:۲۷

حدیث قُدسی

۱۱

عن أبي هريرة — رضي الله تعالىٰ عنه — قال: قال رسول الله — صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:

قَالَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ: أَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ إِزَارِيْ، فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِيْ النَّارِ. (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: کبریائی (بڑائی) میری چادر ہے اور عظمت میرا لباس ہے، تو جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرا مقابلہ اور میری ہمسری کرے، میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

توضیح وتشریح: یہ حدیث پاک کبر و غرور، تکبر اور بڑائی کی مذمت و ممانعت سے متعلق وارد ہوئی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ جل جلالہ کا فرمان بتا کر اپنی امت کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ بڑائی، فخر و تکبر، کبر و غرور بندے کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ ہر قسم کی حمد و ثنا، بزرگی، جلالت و کبریائی صرف اور صرف اللہ رب العزت کو ہی زیبا ہے۔ عظمت و بزرگی اور جلالت و

---

(۱)-(الف): جمع الجوامع للسيوطی، حرف القاف، حديث: ۱۵۰۲۰، ج:۵، ص:۲۷۰، دارالکتب العلميه، بيروت

(ب): سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب الکبر، ص:۷۶۱، حديث:۴۰۹۰، ص:۳۱۷، حديث: ۱۶۹۴، دارالفکر، بيروت

کبریائی اسی کی شانِ ارفع کے لائق ہے۔ بندے کو تکبر اور بڑائی ہرگز زیب نہیں دیتی۔ عظمت و کبریائی، اللہ رب العزت کی صفت ہے۔ بندے کو اس صفت سے متّصف ہو کر دنیا و آخرت کے نقصان و خسران سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ ورنہ اللہ رب العزت اس پہ قہر و غضب نازل فرمائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دے گا۔ الامان والحفیظ!!!

حدیثِ قُدسی

۱۲

حدثنا ابن أبي عمر و سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومي، قالا: حدثنا سفيان بن عيينه عن الزهري، عن أبي سلمة، قال: اشتكىٰ أبو داؤد الليثي فعاده عبد الرحمٰن بن عوف، فقال: خيرهم وأوصلهم ما علمت أبا محمد، فقال عبد الرحمٰن: سمعت رسول الله — صلى الله تعالىٰ عليه وسلم — يقول:

قَالَ اللهُ تَبَارَكْ وَتَعَالىٰ: أَنَا اللهُ وَأَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ إِسْمِيْ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا بتَتُّهُ.[1]

---

(۱)-(الف): جامع الترمذی، کتاب البرو الصلة، ص:٥٦٨، حديث: ١٩١٤، دارالفکر، بیروت.

(ب): سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة، ص:٣١٧، حديث ١٦٩٤، دار الفکر، بیروت

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اللہ (تمام صفات کمالیہ کا جامع) ہوں اور میں رحمان (بندوں پہ بہت زیادہ رحم کرنے والا) ہوں۔ میں نے رحم (صلہ رحمی اور رشتہ داری) کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام (یعنی صفتِ رحمٰن) سے مشتق کیا۔ تو جو شخص رحم کو جوڑے گا (یعنی اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے گا) میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا (یعنی اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرے گا) میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا۔

تشریح: قرآن و حدیث اور کتب فقہ و تصوف میں "صلہ رحمی" سے متعلق تفصیلی بحث موجود ہے۔ قرآن کریم، سورہ محمد، آیت نمبر: ۲۲، ۲۳ میں ہے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ (۱)

ترجمہ: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

مشہور حدیث پاک ہے:

صل من قطعك وأعط من حرمك واعف عمن ظلمك.

ترجمہ: جو تم سے قطع تعلق کرے تم ان سے صلہ رحمی کرو، جو تمھیں محروم کرے انھیں عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے تم ان کو معاف کر دو۔

---

(۱)- قرآن مجید، سورة محمد، آیت: ۲۲، ۲۳.

غرض کہ "صلۂ رحمی" کی بڑی فضیلت ہے اور "قطع رحمی" یا قطعِ تعلق کے حوالے سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ (الامان والحفیظ)

صلۂ رحمی کی فضیلت اور قطع تعلق کی وعید سے متعلق چند احادیث کریمہ ملاحظہ فرمائیں:

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یدخل الجنۃ قاطع رحم.

ترجمہ: قطعِ رحمی یعنی رشتہ داری ختم کرنے والا، جنت میں داخل نہ ہوگا۔

بخاری شریف میں ہے:

من سرّہ ان یبسط لہٗ فی رزقہ وان ینسألہ فی أثرہ (یوخرلہ فی عمرہ) فلیصل رحمہ.

ترجمہ: جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کا رزق کشادہ کیا جائے اور اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے

بخاری شریف، کتاب التفسیر میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور جب اس سے فارغ ہوا تو رحم یعنی لوگوں کی قرابت و رشتہ داری کھڑی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا دامنِ رحمت پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: چھوڑ، اس پر رحم (قرابت و رشتہ داری) یوں عرض گذار ہوئی۔ اس جگہ میں قطع تعلق اور رشتہ توڑنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ جو تجھے جوڑے گا، میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں بھی اس سے قطع تعلق کرلوں گا۔ قرابت و رحم (رشتہ داری) نے عرض کیا: مولیٰ! میں اس پر

راضی ہوں۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر اس کا ثبوت چاہتے ہو تو اس آیت کریمہ کی تلاوت کرو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ (۱)

حدیثِ قُدسی

۱۳

عن أنس بن مالك – رضي الله تعالىٰ عنه – قال: سمعتُ رسول الله – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – يقولُ: قَالَ اللهُ تَعَالىٰ:

يَا ابْنَ اٰدَمَ! إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِيْ وَرَجَوْتَنِيْ غَفَرْتُ لَكَ عَلىٰ مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِيْ، يَا ابْنَ اٰدَمَ! لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اِسْتَغْفَرْتَنِيْ غَفَرْتُكَ، يَا ابْنَ اٰدَمَ! لَوْ أَتَيْتَنِيْ بِقِرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَأَتَيْتُكَ بِقِرَابِهَا مَغْفِرَةً. (۲)

---

(۱)-قرآن مجید، سورۃ محمد، آیت: ۲۲، ۲۳، پارہ ۲۶.

(۲)-(الف): جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب التوبۃ، حدیث: ۳۵۵۱، دارالفکر، بیروت

(ب): کتاب الاربعین للنووی، حدیث: ۴۲، ص: ۱۳۷، المکتبۃ المدینیہ، دھلی

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو نے نہ مجھے پکارا اور نہ مجھ سے امید رکھی (پھر بھی) میں نے تیرے گناہ معاف کردیے اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے مغفرت اور بخشش طلب کرے تو میں تجھے معاف کر دوں گا۔

اے ابن آدم! اگر تو زمین کی وسعتوں کے برابر گناہ میرے پاس لے آئے اور مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں تجھے زمین کے برابر مغفرت عطا کروں گا۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان غفّاری اور شانِ رحیمی کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے گنہگار بندوں کو توبہ واستغفار کرنے کی ترغیب دی ہے اور بتایا ہے کہ میری رحمت ومغفرت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اگرچہ بندے کے گناہ زمین وآسمان کے برابر ہوں مگر اللہ تعالیٰ توبہ واستغفار کی بدولت بندوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر حال میں توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیے۔استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

نوٹ: یہ حدیث قدسی جامع ترمذی و اربعین نووی کے علاوہ قدرے اختلاف کے ساتھ جمع الجوامع للسیوطی ۵/۲۹۰، حدیث: ۱۵۱۶۵ میں بھی موجود ہے۔ لیکن اس میں شروع کے الفاظ: یا ابن آدم! مادعوتنی و رجوتنی.... نہیں ہے۔(طفیل احمد مصباحی)

حدیثِ قُدسی

(۱۴)

عن أبي هريرة – رضي الله تعالىٰ عنه – قال: قال رسول الله – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:

إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ؟ قَالَ: يَا رَبْ! وَكَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ، فَلَمْ تَعُدْهُ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهٗ، لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهٗ؟ يَا ابْنَ اٰدَمَ! اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ، قَالَ: يَا رَبِّ! كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهٗ إِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ؟ يَا ابْنَ اٰدَمَ! إِسْتَقَيْتُكَ فَلَمْ تُسْقِنِيْ، قَالَ يَا رَبِّ! كَيْفَ أُسْقِيْكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَ: إِسْتَقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُسْقِهْ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ سَقَيْتَهٗ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ.[1]

---

(۱)-(الف): مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، حدیث: ١٥٢٨، ١/ ٤٣٦، دارالفکر، بیروت

(ب): مسلم شریف، کتاب البر و الصلۃ والآداب، حدیث: ٦٤٥١، ص: ١٢٧٢، دارالفکر، بیروت

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تم نے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی۔ بندہ عرض کرے گا: اے میرے مولیٰ! میں تیری عیادت کیسے کرتا! کیوں کہ تو سارے جہاں کا رب ہے (مرض سے پاک اور عیادت سے بے نیاز ہے) اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا (لیکن) تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا! اے پروردگار! تجھے کیسے کھلاتا کہ تو رب العالمین ہے (اور کھانے سے پاک ہے) اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا، لیکن تو نے اسے کھانا نہیں دیا تھا۔ اگر تو اس بندے کو کھانا کھلاتا تو اس کھانے کو (آج) میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے مالکِ دو جہاں! میں تجھے کیسے پانی پلاتا کہ تو رب العالمین ہے اور کھانے پینے سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ اگر تو اسے (دنیا) میں پانی پلا دیتا تو آج اس کو میرے پاس پاتا۔

حدیثِ قُدسی

۱۵

حدثنا محمد بن علاء، حدثنا ابن فضیل، عن عمارة، عن أبي زُرعة، سمع أبا هريرة – رضي الله تعالىٰ عنه – قال: سمعت النبي – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – يَقُوْلُ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَنْ أَظْلَمَ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ، فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً أَوْ شَعِيْرَةً۔ (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرے (یعنی جان دار کی تصویر بنائے) تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ ذرّہ یا دانا (اناج) یا گندم کی تخلیق کرے۔

تشریح: یہ حدیث پاک تصویرکشی یا تصویر سازی (فوٹو کھینچنے یا بنوانے) کی حرمت و ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ جان دار کی تصویر سازی خواہ ہاتھ کے

---

(۱)-(الف): بخاری شریف، کتاب التوحید، حدیث: ۷۵۵۹، ص:۱۸۶۸، دار ابن کثیر، بیروت

(ب): مسلم شریف، کتاب الاستیذان والآداب، حدیث: ۵۴۳۶، ص:۱۰۶۷، دارالفکر، بیروت

(ج): جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، حدیث: ۱۵۱۶۸، ۵/ ۲۹۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت

ذریعے ہو یا کیمرہ اور موبائل کے ذریعے، بہر حال ناجائز و حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث پاک میں جان دار کی تصویر کشی کے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں اور فقہ کی اکثر کتابوں میں جان دار کی تصویر سازی کو حرام و ناجائز لکھا گیا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لحرمة تصو یر یرذی الروح .(۱)

ترجمہ: جان دار کی تصور بنانا حرام ہے۔

مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی تحریر کرتے ہیں:

جان دار کا فوٹو کھینچنا اور کھینچوانا حرام ہے۔(۲)

بہار شریعت، جلد اوّل، حصہ سوم، ص:۶۲۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، دہلی میں مرقوم ہے:

تصویر بنانا یا بنوانا، وہ بہر حال حرام ہے۔ خواہ وہ دستی ہو یا عکسی، دونوں کا حکم ایک ہے۔

بخاری و مسلم کی یہ متفق علیہ حدیث ہے کہ: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔

إن اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون.(۳)

---

(۱)-فتاویٰ شامی، ۹/ ۵۱۹، زکریا بك ڈپو، دیو بند

(۲)-فتاویٰ مصطفویہ، ص:۴۴۹، بریلی شریف

(۳)-بخاری شریف، ص:۱۰۷۲، حدیث:۵۹۹۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

حدیثِ قُدسی

(۱۶)

حدثنا أبو نُعيم، حدثنا الأعمش، عن أبي صالح، عن أبي هريرة، عن النبي -ﷺ- قال: يَقُوْلُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَلصَّوْمُ لِيْ وَأَنَا أَجْزِيْ بِهٖ، يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَأَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ مِنْ أَجْلِيْ ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ، فَرْحَةٌ حِيْنَ يُفْطِرُ وَفَرْحَةٌ يَلْقِيْ رَبَّه ، وَلَخُلُوْفِ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ.(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا کہ (روزے دار) میری وجہ سے شہوت (اپنی بیوی سے ہمبستری) اور کھانا، پینا چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے۔ اور روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے: ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی (اس وقت حاصل ہوگی) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ اور روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

---

(۱)-(الف): بخاری شریف، کتاب التوحید، حدیث: ۷۴۹۲، ص: ۱۸۵۰، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت

(ب): جمع الجوامع للسیوطی، ۵/ ۲۹۰، حرف القاف، حدیث: ۱۵۱۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت

تشریح: اسلامی عبادات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جسمانی عبادت جیسے نماز و روزہ۔

(۲) مالی عبادت جیسے زکوٰۃ و صدقات۔

(۳) جسمانی و مالی عبادت کا مجموعہ جیسے حج۔

اس حدیث پاک میں روزہ جو دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے، کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور روزے کے اجر و ثواب کی بشارت سنائی گئی ہے۔ قرآن و حدیث میں روزہ اور روزے دار کے فضائل کثرت سے بیان کیے گئے ہیں۔ روزہ کے بے شمار دینی، روحانی اور جسمانی فوائد ہیں۔

امام قرطبی علیہ الرحمۃ حدیث پاک "الصوم جنّة" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جُنّۃ، ای سترة یعنی بحسب مشروعیته، فینغبی للصائم أن یصونه مما یفسده و ینقص ثوابه..... و یصح أن یرادأنه سترة بحسب فائدة، وهو اضعاف شهوات النفس وإلیه الإشارة بقوله: یدع شهوته الخ..... و یصح أن یراد أنه سترة بحسب ما یحصل من الثواب و تضعیف الحسنات.

وقال العیاض فی "الإکمال": معناه سترة من الآثام أومن النار أومن جمیع ذالك و بالا خیر جزم النووی.[۱]

---

(۱)-الأحادیث القدسیه وشروحها، ص: ۸۰، مکتبه نزار مصطفیٰ الباز، سعودی عربیه

ترجمہ: جُنّۃ کا معنیٰ پردہ اور آڑ (ڈھال) ہے، یعنی روزہ اپنی مشروعیت کے لحاظ سے پردہ ہے۔ لہذا روزے داروں کو چاہیے کہ وہ (حالتِ روزہ میں) معاصی وسیئات (گناہوں) سے دور رہیں اور غیر شرعی امور کے ارتکاب سے بچیں کہ ان سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے اور روزے کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور یہ معنیٰ مراد لینا بھی صحیح ہے کہ روزہ فائدے کے لحاظ سے پردہ اور آڑ ہے اور وہ نفسانی خواہشات کو ترک دینا ہے۔ الفاظ حدیث: یدع شھو تہ.... سے اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ مراد بھی لیا جا سکتا ہے کہ حصولِ ثواب اور نیکیوں میں اضافہ کیے جانے کے لحاظ سے روزہ (اجتنابِ معصیت کے لیے) پردہ اور ڈھال ہے۔

امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے "اکمال" میں لکھا ہے: روزہ، گناہوں سے بچنے کے لیے یا پھر جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

امام نووی نے آخری قول کو راجع قرار دیا ہے۔

حدیثِ قُدسی

۱۷

عن ابن عباس – رضي الله تعالیٰ عنهما – عن رسول الله – صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم – قال: قَالَ تَعَالٰی: مَنْ عَلِمَ أَنِّيْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلٰی مَغْفِرَةِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا أُبَالِيْ، مَالَمْ يُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا۔ (۱)

---

(۱)-(الف): مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، حدیث: ۲۳۳۸، دار الفکر، بیروت

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو اس بات پر یقین رکھے کہ میں گناہوں کو معاف کرنے کی طاقت وقدرت رکھتا ہوں، میں اسے بخش دوں گا اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں (لیکن شرط یہ ہے کہ) وہ مجھے کسی کا شریک (ذات وصفات میں) نہ ٹھہرائے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) اللہ تبارک و تعالیٰ "غفار الذنوب" یعنی گناہوں کو بخشنے والا ہے اور اسے گناہوں کی مغفرت پر بھرپور قدرت حاصل ہے۔

(۲) اگر کوئی بندۂ مومن صدق صدل سے اس حقیقت کا اعتراف کرے اور یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے پر قادر ہے اور وہ اللہ عزوجل سے گناہوں کی مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اعلیٰ صفات "بے نیاز" ہے اور اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(۴) گناہوں کی مغفرت کے لیے ضروری ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے، توبہ واستغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ کیوں کہ شرک اعظم الکبائر ہے، سارے گناہ معاف ہوجائیں گے، مگر

(ب): المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۱۱٦۱٥، ج:۱۱، ص: ۲٤۱، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، مصر

(ج): المستدرک للحاکم، کتاب التوبۃ والإنابۃ، ج:٤، ص:۲٦۲ بیروت

شرک ایک ایسا گناہِ عظیم ہے جو کبھی معاف نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث پاک سے ظاہر ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے علاوہ وہ جسے چاہے گا معاف فرمادے گا۔

حدیثِ قُدسی

۱۸

عن ابن النجّار، عن علي — رضي الله تعالىٰ عنه — قال النبي — صلى الله تعالىٰ عليه وسلم — قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ كَلَامِيْ وَأَنَا هُوَ، فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِيْ، وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ، أَمِنَ عِقَابِيْ. (۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا الٰہ الله میرا کلام ہے اور وہ میں ہی ہوں۔ جس نے لا الٰہ اللہ کہا، وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

---

(۱)-قرآن مجید، سورة النساء، آیت: ٤٨

(۲)-جمع الجوامع للسيوطى، حديث: ١٥١١٢، ج:٥، ص:٢٨٣ حرف القاف، دار الكتب العلميه، بيروت

تشریح: یہ حدیث قدسی کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی فضیلت و اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے اور اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ صدق دل سے کلمۂ طیبہ کا اقرار کرنے والا جنت میں داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ و مامون رہے گا۔

حدیثِ قُدسی

۱۹

عن أنس — رضي الله تعالىٰ عنه — قال النبي — صلى الله تعالىٰ عليه وسلم — قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: إِذَا وَجَّهْتُ إِلىٰ عِبْدٍ مِنْ عَبِيْدِيْ مُصِيْبَةً فِيْ بَدَنَهٗ أو في ولدهٖ أو في ماله، فَاسْتَقْبَلَهٗ بِصَبْرٍ جَمِيْلٍ ، إِسْتَحْيَيْتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ أَنْصِبَ لَهٗ مِيْزَانًا أَوْ أَنْشُرَ لَهٗ دِيْوَانًا ۔(۱)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کو مصیبت میں مبتلا کروں، خواہ وہ مصیبت اس کے بدن (بشکلِ مرض) یا اس کے لڑکے (مثلاً بیٹے کی موت) یا اس کے مال کو پہنچے اور بندہ اس وقت خوب اچھی طرح

---

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، ۵/ ۲۶۹، قسم الأقوال، حرف القاف، حدیث: دار الکتب العلمیہ، بیروت

صبر کرے تو قیامت کے دن مجھے اس بات سے حیا آئے گی کہ میں اس بندے کے لیے میزانِ عمل قائم کروں اور اس کا دفترِ عمل کھولوں۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں مصیبت نازل ہونے کے وقت صبر کی تعلیم دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت یا ناگہانی آفت میں مبتلا ہو جائے۔ مثلاً: اسے کوئی بیماری لاحق ہو جائے، اس کی اولاد مر جائے یا مال و دولت ضائع ہو جائے اور وہ اس وقت صبر و شکر کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بغیر اس بندے کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ صبر یا ''صبرِ جمیل'' کا مفہوم یہ ہے کہ مصیبت، غم یا پریشانی لاحق ہونے کے سبب خود کو قابو میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے مقرر کردہ حدود میں رہے، آہ و فغاں، نالہ و فریاد اور جزع و فزع کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہے اور کسی بھی قسم کا حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔

حدیثِ قدسی

(۲۰)

عن أبي الدرداء و أبي ذرٍ – رضي الله تعالیٰ عنهما – قالا: قال رسول الله – صلى الله تعالیٰ عليه وسلم – عَنِ الله تبارك و تعالیٰ: يَا ابنَ اٰدَمَ! إِرْكَعْ لِيْ أَرْبَعْ رَكْعَاتٍ من أوّلِ

النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو درداء اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی حکایت بیان فرمائی کہ: اے ابن آدم! دن کے ابتدائی حصّے میں میرے لیے چار رکعت (نماز چاشت نفل) ادا کرو، دن کے آخری حصے میں (تک) میں تمہاری لیے کافی ہوں۔

تشریح: پنج وقتہ فرض نماز اور وتر واجب کے علاوہ جتنی بھی نمازیں پڑھی جاتی ہیں، وہ سب کے سب "نوافل" میں شمار ہوتی ہیں۔ اس حدیث پاک میں "نماز چاشت" جوکہ نفل ہے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

احادیث قدسیہ میں یہ بڑی مشہور ومعروف حدیث ہے۔ امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور مصنف مشکاۃ المصابیح نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے۔

زیر نظر حدیث میں دن کے اوّل وقت میں جو چار رکعات نفل ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں: امام ابوداؤد، امام ترمذی، شیخ عراقی اور علامہ ابن جب حنبلی کے نزدیک اس سے "صلاۃ الضحیٰ" یعنی "نماز چاشت" مراد ہے۔ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم نے کہا کہ اس سے مراد فجر کی دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب.

حدیث کے آخری الفاظ "أكفك آخره" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دن کے آخری حصے میں جو مصیبت اور بلا نازل فرمانے والا ہے، "نماز چاشت" پڑھنے والوں کو اس سے محفوظ رکھے گا۔

---

(۱)-مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الضحی، حدیث: ۱۳۱۳، ص:۳۷٦، دار الفکر، بیروت

حدیثِ قُدسی

(۲۱)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله — صلى الله تعالىٰ عليه وسلم — قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: إِذَا إِبْتَلَيْتُ عَبْدِي الْمُؤْمِنَ فَلَمْ يَشْكُنِيْ إِلىٰ عوَّادِهٖ ، أَطْلَقْتُهٗ مِنْ إِسَارِيْ ثُمَّ أَبْدَلْتُهٗ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهٖ وَدَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهٖ، ثُمَّ يَسْتَأْنِفَ الْعَمَلُ. (۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرمایا کہ: جب میں اپنے مومن بندہ کو ابتلاء و آزمائش (مصیبت و پریشانی اور مرض وغیرہ) میں مبتلا کروں اور وہ بندہ اپنی عیادت کرنے والوں سے میری شکایت نہ کرے تو میں اسے مرض و مصیبت کی قید سے آزاد کر دیتا ہوں اور اس کے بدن کے گوشت کو اس سے بہتر گوشت اور اس کے جسم کے خون کو اس سے بہتر خون میں بدل دیتا ہوں (یہاں تک کہ وہ بندہ صحت مند اور چاق وچوبند ہو جاتا ہے)

تشریح: اس حدیث پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو مصیبت و پریشانی اور حالتِ مرض میں حرفِ شکایت زبان پر لانے

(۱)-(الف): جمع الجوامع للسيوطی، ج:۵، ص:۲۶۸، حديث: ۱۵۰۰۷، دار الكتب العلميه، بيروت

(ب): المستدرك على الصحين للحاكم، ج:۱، ص:۳۴۹، حديث، دار الفكر، بيروت

کے بجائے صبر و شکر کی تعلیم دی ہے۔

قرآن و حدیث اور ارشاداتِ ائمہ و صوفیہ میں ''صبر و شکر'' کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن مقدس میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ.[1]

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

دوسری جگہ ''شکر'' کا فائدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

لئن شکر تم لازید نکم .

یعنی اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمھیں اور زیادہ دوں گا۔

مشہور حدیث قدسی ہے:

من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائي فلیلتمس ر با سوائي. (الأحادیث القدسیه الار بعینة لملا علي قاري)

ترجمہ: جو میری تقدیر پر یہ راضی نہ ہو، اور میری دی ہوئی مصیبت پر صبر نہ کرے، وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب تلاش کر لے۔ اللہ اکبر!!!

حدیثِ قُدسی

حدثنا یحییٰ بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار الحِمصی، حدثنا بقیّة بن الولید ، حدثنا ضبارة بن عبد اللہ بن

---

(۱)-قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت:۱۵۳.

أبي السليل، أخبرني دُو يد بن نافع، عن الزهري قال: قال سعيد بن المسيّب: إن أبا قتادة بن رِبعی أخبره، أن رسول الله — ﷺ — قَالَ: قَالَ الله عزّوجلّ: إِفْتَرَضْتُ عَلىٰ أُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، وَعَهِدْتُ عِنْدِيْ عَهْدًا أَنَّهٗ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ أَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهٗ عِنْدِيْ.[1]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے آپ کی امّت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں اور اس بات کا عہد کر لیا کہ جو شخص وقت پر ان نمازوں کو ادا کرے گا اور ان کی پابندی کرے گا، اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کی محافظت نہ کرے (یعنی وقت پر ادا نہ کرے) اس کے لیے میرے پاس کوئی عہد نہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں پنج وقتہ نماز وقت پر ادا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے اور بلا عذر شرعی نمازیں قضا کرنے اور وقت پر ادا نہ کرنے کی حرمت و شناعت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پنج وقتہ نمازیں با جماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱)-(الف):سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوٰة والسنّة، حديث:۱۴۰۳، ص:۳۳۲، دارالفکر، بیروت.

(ب): جمع الجوامع للسيوطى، حديث: ۱۵۰۱۶،ج:۵، ص:۲۷۰، دارالكتب العلميه، بيروت

حدثنا أحمد بن سعيد، حدثنا علي بن الحسين بن واقد، حدثنا أبي عن مطَر، عن قتادة عن مطرف، عن عياض بن حمار، عن النبي – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – أنه خطبهم قال : إِنَّ الله عزّ و جلّ أَوْحى إِلَيَّ : أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلىٰ أَحَدٍ.[1]

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا (وعظ و نصیحت کی) اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے میرے پاس وحی نازل کی (اور بذریعہ وحی مجھے بتایا کہ) تواضع (عاجزی و انکساری) اختیار کرو، یہاں تک کہ ایک شخص دوسرے پر فخر نہ کرے۔

تشریح: تواضع اور عاجزی و انکساری کی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "صحیح البخاری، کتاب الرقاق" میں "باب التواضع" کے نام سے مستقل ایک باب باندھا ہے اور تواضع سے متعلق ایک اہم، معنیٰ خیز، اور بڑی پیاری حدیث نقل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے:

قالَ النبيّ – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إن حقّا على

(۱)–سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، حديث: ٤١٧٩، ص:٩٥٣، دار الفكر، بيروت

اللہ أن لا یرفع شیئا من الدنیا الّا وضعه.[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر یہ بات لے رکھی ہے کہ جو شخص دنیا میں تواضع اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے بلند فرمادے گا۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم!

تواضع کے بے شمار دینی و دنیاوی فائدے ہیں۔ جب کہ تواضع کے مقابل کبر و غرور اور فخر و بڑائی دنیا و آخرت میں نقصان و خسران کا سبب ہے۔ ابلیس جو کہ پہلے معلم الملائکہ تھا، تکبر اور غرور کے سبب ہی ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار ہوا۔ الامان والحفیظ

میرے مولیٰ! ہم تمام مسلمانوں کو تواضع اور عاجزی و انکساری کی دولت سے مالامال فرما، غرور و تکبر سے بچا اور تواضع اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

۲۴

عن أبي أمامة – رضي اللہ تعالیٰ عنه – عن النبي – صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم – قال: یَقُوْلُ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ: إِبْنَ اٰدَمَ! إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلیٰ، لَمْ

(۱)–بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث: ٦٥٠١، بیروت

أَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دون الجَنَّةَ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا یہ قول و فرمان نقل فرمایا کہ: اے ابنِ آدم! اگر تم مصیبت میں صبر کرو اور مصیبت کے شروع میں ہی اجر و ثواب کی امید سے ثابت قدم رہو تو جنت کے علاوہ اور کوئی اجر و ثواب تمہیں دینے پر میں راضی نہ ہوں گا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں و احتسب عند الصدمة الأولىٰ کے جو الفاظ آئے ہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کو جو اجر و ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے، اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے بندہ صبر کرے اور جس وقت مصیبت نازل ہوئی ہے، اس کے بالکل شروعاتی مرحلے اور نزولِ مصیبت کے ابتدائی وقت میں ہی صبر کیا جائے۔ کیوں کہ "صبر نافع" جس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کا اصل وقت یہی ہے کہ مصیبت جس وقت نازل ہوئی، بالکل اسی وقت یعنی ابتدائی مرحلے میں ہی بندہ صبر کرے اور اپنے سارے معاملات اللہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں سپرد کر دے۔

نزولِ مصیبت کے وقت اگر بندہ صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہے اور شکوہ و شکایت کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اس کا بدلہ صرف اور صرف جنت ہے۔ جیسا کہ الفاظ حدیث: لم ارض لك ثوابا

---

(۱)-(الف): مشكوٰة المصابيح، كتاب الجنائز، حديث: ۱۷۵۸، دار الفكر، بيروت.
(ب): سننِ ابن ماجه، كتاب الجنائز، حديث: ۱۵۹۷، ص: ۳۷۴، دار الفكر، بيروت.

دون الجنۃ سے ظاہر ہے۔

میرے مولیٰ! تیرا یہ گنہگار بندہ (طفیل احمد) اس وقت سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ یا مالک الملک یا ذالجلال والکرام! اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقے میری تمام مشکلات و مصائب کا خاتمہ فرما اور صبر وشکر کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

۲۵

عن أبي هند الداري – رضي الله تعالىٰ عنه – عن رسول الله – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – قالَ اللهُ تَعَالىٰ: مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِيْ وَلَمْ يَصْبِرْ عَلىٰ بَلَائِيْ فَلْيَلْتَمِسْ رَبًّا سِوَائِيْ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہند داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص میری تقدیر پر راضی نہ ہو اور میری دی ہوئی مصیبت پر صبر نہ کرے، اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب (معبود) تلاش کر لے۔

---

(۱)-(الف): المعجم الكبير، حديث: ۸۰۷، جلد: ۲۲، بيروت.

(ب): الأحاديث القدسيه الأربعينة لملا على قارى حنفى، حديث: ۱۱، ص: ۳۸، مكتبة الصحابة، جده شريف.

تشریح: اس حدیث قدسی میں تقدیر الٰہی پر ہر حال میں راضی رہنے اور مصیبت و پریشانی کے وقت صبر و شکر بجالانے کی تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔

تقدیر پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ تقدیر کا منکر کافر ہے۔ بندہ جو کچھ اچھا یا برا کام کرنے والا تھا یا اس کے ساتھ جو حادثات و واقعات پیش آنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے علم و قدرت سے پہلے ہی لکھ دیا ہے اور اب اسی کے مطابق وہ سارے امور وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے، اور تقدیر کے بارے میں زیادہ غور و خوض ہلاکت کا سبب ہے۔ الامان والحفیظ!

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی "بہار شریعت" میں لکھتے ہیں:

قضاء و قدر (تقدیر) کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ہلاکت ہے..... پس اتنا سمجھ لو اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر کے مثل اور دیگر جمادات کے مثل بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا، بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام (کو) چاہے کرے یا نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے، برے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیے ہیں کہ جب (بندہ) کوئی کام کرنا چاہتا ہے، اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مواخذہ ہے۔[۱]

---

(۱)-بہار شریعت، حصہ اول، ص:۲۲، مکتبۃ المدینہ، دھلی

حدیثِ قُدسی

(۲۶)

عن أنس — رضي الله تعالیٰ عنه — قالَ : قالَ رسول الله — صلی الله تعالیٰ علیه وسلم — قالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالیٰ:

أَنَا الْعَزِيْزُ مَنْ أَرَادَ عِزَّ الدَّارَيْنِ فَلْيُطِعِ الْعَزِيْزَ. (۱)

ترجمہ: میں عزیز ہوں۔ (یعنی غلبہ و قدرت اور عزت و عظمت والا ہوں) جو شخص دین و دنیا میں عزت و غلبہ حاصل کرنا چاہے، وہ عزیز یعنی اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرے۔

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ کے "اسماے حسنیٰ" میں ایک مبارک نام اور اس کی صفاتِ کاملہ میں ایک اہم صفت "عزیز" بھی ہے۔ عزیز کا معنیٰ ہے: قاہر وغالب، اللہ عزوجل اپنے بندوں پر قاہر وغالب ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (۲) اس پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پاک کے ذریعے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ اے میرے بندو! میں عزیز و غالب ہوں، عزت و غلبہ میری صفت ہے۔ اگر تم بھی دنیا و عقبیٰ میں کامیاب و کامیاب اور عزیز و غالب ہونا چاہتے ہو تو میری اطاعت و فرماں برداری کرو۔ میری شریعت کے احکام و تعلیمات پر عمل کرو۔ اوامر کو بجالا

---

(۱)-الاتحافات السّنيّه بالأحاديث القدسيه للمناوی، حديث: ۷۸، ص:۸۷ ، دارالمعرفة، بیروت

(۲)-قرآن مجید، سورۃ الانعام، آیت:۱۸، پارہ:۷

کر منہیّات سے باز رہو۔ فرائض و عبادات انجام دے کر فواحش و منکرات اور شرعی محظورات سے دور و نفور رہو تمھیں دین و دنیا میں کامیابی و سرفرازی نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قومِ مسلم کو دوبارہ عزت و غلبہ عطا فرمائے۔

حدیثِ قُدسی

۲۷

عن أنس – رضي الله تعالىٰ عنه – قالَ : قالَ النبيُّ – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – قالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالىٰ: أَنَا أَكْرَمُ وَأَعْظَمُ عَفْوًا مِنْ أَنْ أَسْتُرَ عَلىٰ عَبْدٍ مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ أَفْضَحَهٗ بَعْدَ إِذْ سَتَرْتُهٗ وَلَا أَزَالُ أَغْفِرُ لِعَبْدِيْ مَا اسْتَغْفَرَنِيْ۔[۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: میں معزّز و مکرّم ہوں، بہت زیادہ گناہ معاف کرنے والا ہوں (میری یہ شان نہیں کہ) دنیا میں کسی مسلمان کے عیب و جرم کو چھپاؤں، بعدازاں (آخرت میں) اسے ذلیل و رسوا کروں۔ میرا بندہ جب تک مجھ سے مغفرت طلب کرتا رہے گا، میں اسے معاف کرتا رہوں گا۔

تشریح: اللہ تبارک و تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ اس کی رحمت اور شانِ کریمی کو یہ کبھی گوارا نہیں کہ بندہ مومن دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو۔ وہ غفار

---

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، حدیث: ۱۵۰۲۳، ۵/ ۲۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت

الذّنوب اور ستار العیوب ہے۔ اس کی رحمتِ بیکراں اور کرم بے پایاں کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ روزانہ آخری شب میں آسمان دنیا کی طرف اپنی رحمت کی خاص تجلی فرماتا ہے اور اپنے بندوں سے یوں خطاب فرماتا ہے: ہے کوئی دعا قبول کرنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کے گناہوں کو معاف کر دوں۔ اللہ اکبر! اس حدیثِ پاک میں جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شانِ کریمی کا ذکر ہے، وہاں توبہ و استغفار کی اہمیت کا بھی ذکر ہے۔ توبہ و استغفار کی بڑی فضیلت ہے۔ توبہ و استغفار، مال و دولت میں وسعت و کشادگی کے ساتھ گناہوں کی مغفرت کا ایک موثر ترین ذریعہ ہے۔ ہم سب کو کثرت کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

مشکات شریف کی حدیث ہے:

من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجًا، ومن كل هَمٍّ فرجًا ورزقه من حيث لايحتسب.[1]

ترجمہ: جو اپنے اوپر توبہ و استغفار کو لازم کرلے، اللہ تعالیٰ اسے ہر تنگی سے آسانی اور ہر رنج وغم سے چھٹکارا و آسانی عطا فرمائے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے بندے کو وہم وگمان بھی نہیں۔

سبحان اللہ العظیم وبحمدہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، رحم واحسان اور انعام و اکرام کی کوئی حد نہیں۔ وہ ایک لفظ کُن سے ہماری مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے اور ہمارے دامن پر لگے داغِ عصیاں کو اپنے آبِ رحمت سے ایک پل میں دھو سکتا ہے، بس شرط یہ ہے کہ بندہ ہمیشہ توبہ واستغفار کرتا رہے۔

---

(۱)۔مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، حدیث: ۲۳۳۹، دارالفکر، بیروت

عن أبي هريرة – رضي الله تعالىٰ عنه – قالَ النبيُّ – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – قالَ اللهُ تبَارَكَ وَ تعَالىٰ: مَنْ لَا يَدْعُوْنِيْ أَغْضِبُ عَلَيْهِ۔ (۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو مجھ سے دعا نہیں کرتا، میں اس سے ناراض ہوتا ہوں۔

تشریح: قرآن مقدس اور احادیث کریمہ میں دعا کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ دعا کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ دعا صرف عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا مغز ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے:

الدُّعَاء مخُّ العِبَادَةِ۔ (۲) دعا عبادت کا مغز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَیسَ شیءٌ اکرمَ علیٰ اللہِ مِنَ الدّعَاءِ۔ (۳)

---

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، حدیث: ۱۵۰۴۹، ج:۵، ص:۲۷٤، دار المکتب العلمیہ، بیروت

(۲)-ترمذی شریف، کتاب الدعوات، حدیث: ۳۳۸۲، بیروت

(۳)-ترمذی شریف، کتاب الدعوات، حدیث: ۳۳۸۳، بیروت

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بندوں کی دعا سے خوش ہوتا ہے اور دعاؤں کے ذریعے انہیں اپنی برکتوں اور رحمتوں سے مالا مال کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو بندہ دعا نہیں کرتا ہے، اللہ عزوجل اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اس حدیث قدسی میں بندوں کو دعا کی تعلیم و ترغیب دی گئی ہے اور دعا نہ کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ کے غضب (ناراضگی) کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس حدیث کے متعدّد شواہد موجود ہیں۔

ترمذی شریف، کتاب الدعوات، حدیث نمبر: ۳۳۸۴، ص: ۹۷۳، پر حدیث موجود ہے کہ: إنّه مَنْ لَمْ يَسْئَل اللهَ يَغْضِبُ عليه.

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اور اس سے دعائیں نہیں مانگتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

حدیثِ قُدسی

۲۹

عن أبي هند الداري – رضي الله تعالىٰ عنه – قالَ النبيُّ – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم – قالَ اللهُ عزّ و جلّ: أُذْكُرُوْنِي بِطَاعَتِيْ، أَذْكُرْكُمْ بِمَغْفِرَتِيْ، فَمَنْ ذَكَرَنِيْ وَهُوَ مُطِيْعٌ فَحَقَّ عَلَيَّ أَنْ أَذْكُرَهُ وَهُوَ مِنِّيْ بِمَغْفِرَتِيْ، وَمَنْ ذَكَرَنِيْ وَهُوَ لِيْ

عَاصٍ فَحَقَّ عَلَيَّ أَنْ اذْكُرَهٗ بِمَقْتٍ. [۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہند داری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تم مجھے میری اطاعت کے ساتھ یاد کرو، میں تمہیں اپنی مغفرت سے یاد کروں گا۔ جو میرا ذکر کرے اس حال میں کہ وہ مطیع و فرماں بردار ہو تو میرے ذمۂ کرم پر ہے کہ میں اسے یاد کروں اور میری طرف سے وہ میری مغفرت کا حق دار ٹھہرے اور جو میرا ذکر کرے اس حال میں کہ وہ میرا نافرمان ہے تو مجھ پر حق ہے کہ میں اسے ناراضگی سے یاد کروں۔ (الامان والحفیظ)

تشریح: اس حدیث پاک میں "ذکر الٰہی" کی فضیلت اور ذکر کے سبب اللہ تعالیٰ سے ملنے والی رحمت و مغفرت کا بیان ہے۔ قرآن و حدیث میں "ذکر الٰہی" کے بے شمار فضائل و فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ ذکر الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو اور گناہوں سے بچنے والا ہو۔

ارشاد خداوندی ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. [۲]

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ صَقَالَةٌ وَصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى . [۳]

ترجمہ: ہر چیز کو صاف کرنے کا ایک آلہ (مشین) ہوتا ہے اور دل کو

---

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، حدیث: ۱۵۰۹۹، ج:۵، ص:۲۸۱ دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲)-قرآن مجید، سورۃ الرعد، آیت:۲۸، پارہ: ۱۳.

(۳)-مشکوٰۃ، کتاب الدعوات، حدیث: ۲۲۸۸، دار الفکر، بیروت

صاف (صیقل) کرنے کا آلہ ''ذکر الٰہی'' ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو ''ذکر الٰہی'' کی توفیق بخشے اور اس کے فیوض و برکات سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

سبحان اللہ والحمد للہ، ولا إلٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیثِ قُدسی

۳۰

عن أبي هريرة – رضي الله تعالىٰ عنه – قالَ النبيُّ – ﷺ – قالَ الله تعالىٰ: إِنَّ عَبْدًا صَحَّحْتُ لَهٗ جِسْمَهٗ وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِيْ رِزْقِهٖ لَا يَفِدُ إِلَيَّ فِيْ كُلِّ خَمْسَةِ أَعْوَانٍ لَمَحْرُوْمٌ.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ نے اللہ عزوجل کا یہ قول و فرمان نقل فرمایا کہ: میں نے جس بندے کو صحت مند بنایا اور تندرست جسم دیا اور اس کے رزق میں وسعت و کشادگی دی (اس کے باوجود) بندہ میرے پاس ہر پانچ سال میں نہ آئے (حج و زیارت کے لیے) تو وہ ضرور محروم ہے۔

تشریح: اس حدیث قدسی پر بعض اہل علم نے کلام کیا ہے۔ بعض

---

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاب، حدیث: ۱۵۱۰۱، ج:۵، ص:۲۸۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت

اسے "موضوع" بھی بتاتے ہیں۔بعض اہل علم اس کے "ضعیف" ہونے کے قائل ہیں۔مثلا: امام دار قطنی، امام عقیلی و شیخ سبکی وغیرہم۔لیکن شیخ ابن حبّان اور شیخ البانی جیسے متشدد اور متعصب محدث نے اس حدیث کو "صحیح" قرار دیا ہے۔

شیخ ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (۲/۳۰۴) اور امام بیہقی نے شعب الایمان (۵/۲۶۲) میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

اس حدیث کو بعض علما و محدثین نے حج یا عمرہ پر محمول کیا ہے۔امام ہیثمی نے "موارد الظمآن" ص:۲۳۹ پر اسی عنوان سے باب قائم فرمایا ہے۔

بعض اہل علم اسے صرف حج پر محمول کرتے ہیں اور بعض محدثین کہتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ: صاحبِ استطاعت پر ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ حج فرض ہے۔لیکن یہ ضعیف قول ہے۔

امام سبکی نے فرمایا: عاقل و بالغ اور مکلّف مسلمان (مستطیع) پر پوری زندگی میں صرف ایک بار حج فرض ہے اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حج ہر پانچ سال میں مستطیع پر واجب ہے، یہ قول ضعیف اور شاذ ہے۔[1]

حدیثِ قُدسی

(۳۱)

عن أبی ھر یرۃ رضی اللہ عنه، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: قَالَ اللهُ تَعَالیٰ: اِبْنَ آدَمَ! أُذْكُرْنِي بَعْدَ الْفَجْرِ وَبَعْدَ الْعَصْرِ سَاعَةً

(۱)-فتاویٰ السبکي، ۱/ ۲٦۳، دار الکتاب العربی، بیروت

أَكْفِكَ مَا بَيْنَهُمَا.[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے ابن آدم! فجر اور عصر کے بعد کچھ دیر میرا ذکر کرو۔ ان دونوں اوقات کے درمیان میں تمہارے لیے کافی ہوں گا۔

حدیثِ قُدسی

۳۲

عن ابن عمر - رضی الله تعالیٰ عنهما- قَالَ النَّبِيُّ - صلی الله تعالیٰ علیه وسلم- قَالَ اللهُ تَعَالیٰ: أَنَا اللهُ خَلَقْتُ الْعِبَادَ بِعِلْمِيْ، فَمَنْ اَرَدْتُ بِهٖ خَيْرًا مَنَحْتُهٗ خُلُقًا حَسَنًا، وَمَنْ أَرَدْتُ بِهٖ سُوْءًا مَنَحْتُهٗ خُلُقًا سَيِّئًا.[2]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اللہ ہوں، میں نے بندوں کو اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے، تو جس کے ساتھ میں نے خیر

---

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، حدیث: ۱۵۱۲۹، ج:۵، ص:۲۶۸، دار الکتب العلمیه، بیروت

(۲)-جمع الجوامع للسیوطی، حرف القاف، حدیث: ۱۵۱۲۹، ج:۵، ص:۲۸۵، دار الکتب العلمیه، بیروت

(بھلائی) کا ارادہ کیا، اسے "حُسنِ اخلاق" عطا کیا اور جس کے ساتھ شَرّ کا ارادہ کیا، اسے "بد خلقی" عطا کی۔

تشریح: "حسن اخلاق" کی بڑی فضیلت ہے۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث قدسی سے صاف ظاہر ہے۔ دو حدیث پاک مزید ملاحظہ فرمائیں:

أكمل المومنين ايمانا أحسنهم خلقا. (مشكاة شريف)

ترجمہ: سب سے زیادہ کامل الایمان شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

کل قیامت کے دن انسان کے نامۂ اعمال میں اجر و ثواب کے لحاظ سے سب سے زیادہ بھاری عمل "حُسنِ اخلاق" ہی ہوگا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مامن شئی أثقل فی المیزان من حسن الخلق. (مشکوٰۃ)

اخلاق کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ محض اچھی عادت، نیک خصلت اور دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا نام ہی اخلاق نہیں، بلکہ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، شرافت و مروت، سخاوت و فیاضی، حلم و بُردباری، عفو و کرم، تواضع و انکساری، عفت و پارسائی، غیرت و حمیت، حیا، شگفتہ روئی و سنجیدہ مزاجی، یہ تمام چیزیں "حسن اخلاق" کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو حسنِ اخلاق کے زیور سے آراستہ فرمائے۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

۳۳

عن أبی ھریرۃ – رضی اللہ تعالیٰ عنہ– عَن النَّبِیِّ ﷺ– قَالَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: إنَّ الْمُؤْمِنَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ کُلِّ خَیْرٍ یَحْمَدُنِیْ وَأنَا أَنْزَعُ نَفْسَهٗ مِنْ بَیْنِ جَنْبَیْهِ.[۱]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے نزدیک مومن سراسر خیر ہی خیر ہے۔ وہ میری حمد وثنا بیان کرتا ہے اور میں اس کے پہلو میں اس کے نفس کے تار کو چھیڑتا رہتا ہوں

تشریح: اس حدیث پاک میں مومنِ کامل کی حالت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ بندۂ مومن جو ایمانِ کامل کی دولت سے مالا مال ہوتا ہے، وہ ہمیشہ خیر اور بھلائی میں لگا رہتا ہے۔ اس کی تائید مسلم شریف کی حدیث سے بھی ہوتی ہے:

عجبًا لأمر المومن، إن امرہ کلّہ خیر، ولیس ذالك لأحد الاالمومن، إن أصابته سرّاءُ شکر فکان خیرالہ وَإن اصابته ضرّاءُ صبر، فکان خیرالہ.[۲]

---

(۱)–(الف): مسند امام احمد بن حنبل، ۲/ ۳٦۱، دارالمعرفة، بیروت
(ب): الجامع الصغیر للسیوطي، دارالکتب العلمیة، بیروت
(۲)–مسلم شریف، حدیث: ۲۹۹۹، ص: ٦٤، بیروت

ترجمہ: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے سارے معاملات میں خیر ہی خیر ہے اور یہ مقام صرف مومن (کامل) کو ہی حاصل ہے۔ اسے جب کوئی خوشی (نعمت) ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت نازل ہونے پر صبر کرتا ہے اور یہ شکر و صبر دونوں مومن کے حق میں سراپا خیر اور بھلائی ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور مصیبت کے وقت صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر و شکر کی دولت سے نوازے۔ آمین۔

حدیثِ قُدسی

۳۴

عن أنَس - رضی الله تعالیٰ عنه - قَالَ النَّبِيُّ - ﷺ: قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ زَارَنِيْ فِيْ بَيْتِيْ أَوْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِيْ أَوْ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَمَاتَ مَاتَ شَهِيْدًا۔ [۱]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو شخص میرے گھر (کعبہ شریف و مسجد حرام) یا میرے رسول کے گھر (مسجد نبوی) یا بیت المقدس کی زیارت کو جائے اور (دورانِ

(۱)-جمع الجوامع للسیوطی، حدیث: ۱۵۱۳۲، حرف القاف، ص:۲۸۶، دار الکتب العلمیه، بیروت

سفروزیارت) مرجائے تووہ شہید کی موت مرا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس کی فضیلت وعظمت بیان کی گئی ہے اور ان تینوں مساجد کی زیارت کر کے ان میں عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ان تینوں مساجد کی بڑی فضیلت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

لَاتشدوا الرحال إلّا الٰی ثلاثة مساجد.

ترجمہ: شدِرّ رحال (سفر) نہ کرو، مگران تین مساجد کی طرف۔

اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ان تینوں مساجد کی فضیلت و حرمت اور عظمت وخصوصیت بیان کی گئی ہے۔ یہ مراد ہرگز نہیں کہ ان کے علاوہ دیگر مقدس مقامات کے لیے رختِ سفر نہ باندھو اور دیگر مقاماتِ مقدس کی زیارت نہ کرو۔ اس حدیث کے تناظر میں مزاراتِ اولیائے کرام کے سفروزیارت کوناجائزوحرام یاشرک وبدعت کہنا، سراسر حماقت وجہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔

حدیثِ قُدسی

۳۵

حدثنا أحمد بن يحيٰى بن خالد بن حيّان، قَالَ: حدثنا محمد بن سفيان الحضرمي، قال: حدثنا مَسْلمة بن على، عن محمد بن الوليد الزبيدي، عن الزهري، عن أبي سلمة، عن

أبی هريرة، عَن النَّبِيّ – صلی الله تعالیٰ علیه وسلم– قَالَ: قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالیٰ: أَحَبُّ عِبَادِيْ إِلَیَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا. [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندوں میں سب سے محبوب اور پسندیدہ بندہ میرے نزدیک وہ ہے جو افطار کرنے میں جلدی کرے (یعنی وقت ہونے پر جلد افطار کرلے اور اس میں تاخیر نہ کرے)

حدیثِ قُدسی

۳۶

عن أبی أمامة – رضي الله تعالیٰ عنه – قَالَ النَّبِيُّ – صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: قَالَ اللهُ تَعَالیٰ: أَحَبُّ مَا تَعَبَّدَنِيْ بِهٖ عَبْدِيْ إِلَیَّ النُّصْحُ لِيْ. [2]

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ جل جلالہ کا یہ قول نقل فرمایا: میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میری عبادت کرتا ہے، ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت میرے نزدیک یہ ہے کہ بندہ میرے لیے ”خیر خواہی“ کرے۔

---

(۱)-المعجم الأوسط للطبراني، ۱/ ۵۴، حديث: ۱۴۹، دارالحرمين، قاهرة

(۲)- جمع الجوامع للسيوطي، حديث: ۱۵۰۰۵، ص:، دارالكتب العلمية. بيروت

تشریح: اس حدیثِ پاک میں ”خیر خواہی“ کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے مقابل ”بدخواہی“ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

خیر خواہی کا مطلب ہے: اپنے مسلمان بھائی کے حق میں اچھا سوچنا، ان کے حق میں بہتر چاہنا، اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا۔

مسلم شریف، کتاب الزکاۃ، حدیث: ۲۲۱۷ میں ہے:

كل معروف صدقة. یعنی ہر نیک عمل اور اچھا کام صدقہ ہے۔

راہِ خدا میں مال و دولت خرچ کرنا اور غریبوں کی مدد کرنا، صرف یہی صدقہ نہیں۔ احکامِ شرعیہ کی پابندی، طاعات و عبادات کی انجام دہی، امر بالمعروف (اچھی بات کا حکم دینا) و نہی عن المنکر، (بری بات سے روکنا) ذکر و اذکار، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا اور تسبیح و تقدیس بیان کرنا، یہ سب کے سب صدقہ ہیں۔

حدیث پاک میں آیا ہے:

إن بكل تسبيحة صدقة، وكل تكبيرة صدقة، وكل تحميدة صدقة، وكل تهليلة صدقة وأمر بالمعروف صدقة ونهي عن منكر صدقة وفي بضع أحدكم صدقة.[1]

اسی طرح اپنے مسلمان بھائیوں کو اچھا مشورہ دینا، ان کے حق میں اچھا سوچنا اور ان کے بارے میں نیک گمان رکھنا اور ہر طرح سے ان کی ”خیر خواہی“ کرنا، ایک اہم عبادت اور بیش قیمت صدقہ ہے۔ خیر خواہی کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگائیں جس میں دین کو خیر خواہی کا نام دیا گیا ہے۔

---

(۱)-مسلم شریف، کتاب الزکاۃ، حدیث: ۲۲۱۸، ج:۵، ص:۴۵۸، بیروت

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے: " الدين النصيحة۔"
یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے۔ نصح یا نصیحت یعنی خیر خواہی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا اس کے رسول ﷺ کے ساتھ یا پھر عام مسلمانوں کے ساتھ۔

مندرجہ بالا حدیث قدسی میں اس خیر خواہی کا ذکر ہے جس کا تعلق اللہ عزوجل کے ساتھ ہے۔ خیر خواہی کی اہمیت و فضیلت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے تمام اعمال و عبادات میں سب سے بہتر اور پسندیدہ عمل اپنے حق میں "خیر خواہی" کو قرار دیا ہے۔

سبحان الله العظيم وبحمدہٖ۔

حدیثِ قُدسی

۳۷

عن شداد بن أوس – رضى الله تعالىٰ عنه، قَالَ النَّبِيُّ – صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قَالَ اللهُ تَعَالىٰ: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ! لَا أَجْمَعُ لِعَبْدِي أَمْنَيْنِ وَلَا خَوْفَيْنِ، إنْ هُوَ أَمِنَنِيْ فِيْ الدُّنْيَا أَخَفْتُهُ يَوْمَ أَجْمَعُ عِبَادِيْ، وَإنْ هُوَ خَافَنِيْ فِيْ الدُّنْيَا أَمَّنْتُهُ يَوْمَ أَجْمَعُ عِبَادِيْ.(۱)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم

---

(۱)- جمع الجوامع للسيوطي، حديث: ۱۵۰۵۱، ج:۵، ص:۲۴۷، دار ابن كثير. بيروت

ﷺ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مجھے میری عظمت و جلال کی قسم! میں اپنے بندہ کے لیے (بندہ کے دل میں) دو امن یا دو خوف جمع نہیں کروں گا۔ اگر بندہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہے تو اسے قیامت کے دن خوف میں مبتلا کروں گا اور اگر دنیا میں میرا خوف رکھے اور مجھ سے ڈرے تو اسے قیامت کے دن امن (بے خوفی) عطا کروں گا۔

تشریح: اس حدیث قدسی و کلامِ ربانی میں ”خوفِ خداوندی“ اور ”خشیتِ الٰہی“ کا ذکر ہے. اس حدیث پاک کی روشنی میں معلوم ہوا کہ کسی بندے کے لیے دو امن یا دو خوف جمع نہیں کیا جائے گا۔ دنیا میں خوفِ خداوندی آخرت میں امن و امان کا باعث ہے اور دنیا میں بے خوفی، آخرت میں خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی دلیل ہے۔خوفِ الٰہی اور خشیتِ ربانی کے سبب ہی بندہ گناہوں سے بچتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے۔ انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور خوف کھانا چاہیے۔

قرآن و حدیث میں ”خوفِ الٰہی“ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ[1]

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنّت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے.

خوفِ الٰہی وہ کوڑا ہے جو نفس امّارہ کو ٹھکانے لگاتا ہے اور اسے شیطان

(۱)-قرآن کریم، سورہ نازعات، آیت: ٤١، پارہ: ٣٠

کے راستے سے ہٹا کر رحمان کے راستے پر گامزن کرتا ہے اور اس کا رخ دنیا سے موڑ کر آخرت کی طرف مائل و متوجہ کرتا ہے۔

بندے کا دل جب خوفِ خداوندی اور خشیتِ الٰہی سے خالی ہو جاتا ہے تو نفس برائیوں کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا اپنے نفس کو برائیوں سے بچانے کے لیے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ بعض صوفیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

وما فارق الخوف قلبا إلّا خرب.

یعنی جس دل سے خوف خدا اٹھ جاتا ہے، وہ تباہ اور ویران ہو جاتا ہے۔

ایک بندۂ مومن کو ایمان و عقیدہ درست کر لینے کے بعد بیک وقت تین اوصاف سے متّصف ہونا چاہیے:

(۱) محبّتِ الٰہی (۲) خوف خداوندی (۳) رجاء و امید

قلب جب وصول الی اللہ کے لیے اڑان بھرتا ہے تو اس کی حیثیت ایک پرندے کے مثل ہوا کرتی ہے۔ محبت الٰہی قلب کے لیے بمنزلۂ سَر ہے اور خوف و رجاء اس کے دونوں بازو ہیں۔ جب سَر اور دونوں بازو (پنکھ) سلامت ہو تو پرندہ اچھی طرح اڑان بھر کر منزل تک پہنچ جاتا ہے اور جب سَر کٹ جائے تو پرندہ مر جاتا ہے اور بازو کٹ جانے کے سبب وہ اڑنے سے عاجز و قاصر رہتا ہے۔ گویا منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے جس طرح ایک پرندے کے لیے سَر اور دونوں بازو کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح جادۂ حق کے مسافر کو منزل مقصود تک پہنچنے اور دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار ہونے کے لیے محبت الٰہی (سر) اور خوف و رجاء (دو بازو) کے وصف سے آراستہ ہونا ضروری

ہے، ورنہ ہلاکت وبربادی کا اندیشہ ہے۔

العیاذ باللہ تعالیٰ. اللھم اھدنا الصراط المستقیم واغفرلي ولوالدي ولجمیع المسلمین والمسلمات برحمتك یا ارحم الراحمین.

حدیثِ قُدسی

۳۸

عن العلاء، عن أبیه، عن أبي ھریرۃ - رضی اللہ تعالیٰ عنھما - عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ — صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰہُ: اِسْتَقْرَضْتُ عَبْدِیْ فَلَمْ یُقْرِضْنِیْ، وَشَتَمِیْ عَبْدِیْ وَلَمْ یَنْبَغِیْ لَہٗ شَتْمِیْ، یَقُوْلُ: وَادَھْرَاہُ وَأَنَا الدَّھْرُ.(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے بندے سے قرض مانگا، مگر اس نے مجھے قرض نہیں دیا اور میرے بندے نے مجھے بُرا بھلا کہا، حالاں کہ مجھے برا بھلا کہنا اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ (بندہ زمانے کو گالی دیتے ہوئے) کہتا ہے: وَادَھرَاہ! حالاں کہ میں دہر اور خالقِ دہر ہوں۔

---

(۱)-(الف): مسند امام احمد بن حنبل، جلد: ۲، ص: ۲۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(ب): المستدرك للحاکم، جلد: ۱، ص: ۴۱۸ دار الکتب العلمیہ، بیروت

تشریح: اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات سے پاک و منزّہ ہے کہ وہ اپنے کسی بندے سے قرض طلب کرے۔ اٹھارہ ہزار عالم اس کے قبضہ و تصرف میں ہے اور وہ سب کا مالک و حاکم ہے۔ سارا عالم اس کا محتاج ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس حدیث پاک میں تقریب فہم کے لیے بطورِ مثال کہا گیا ہے کہ "میں نے اپنے بندے سے قرض مانگا اور اس نے مجھے قرض نہیں دیا" جیساکہ آیت کریمہ ہے: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا"[1]

اس حدیث میں لوگوں کو "قرض حسنہ" اور "انفاق فی سبیل اللہ" کی تعلیم و ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قرض دینے کا مطلب ہے: راہِ خدا میں خرچ کرنا، مساجد و مدارس کی تعمیر میں حصہ لینا، غریبوں کی مدد کرنا اور حاجت مندوں کی حاجت و ضرورت پوری کرنا۔ باقی زمانے کو برا بھلا کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے سے متعلق تشریح گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے۔

حدیثِ قُدسی

(۳۹)

عن ابن عمر – رضی الله تعالیٰ عنهما – قَالَ النَّبِیُّ – صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: أَیَّمَا عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ یَخْرُجُ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِیْلِیْ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِیْ ضَمِنْتُ لَهٗ أَنْ أُرْجِعَهٗ، إِنْ رَجَعْتُهٗ بِمَا أَصَابَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِیْمَةٍ، وَإِنْ

(۱)–قرآن کریم، سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۴۵، پارہ: ۲

قَبَضْتُهُ أَنْ أَغْفِرَ لَهُ وَأَرْحَمَهُ وَأُدْخِلُ الْجَنَّةَ.[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: میرے بندوں میں سے جو بندہ میری رضا و خوشنودی کے لیے میرے راستے میں جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اسے واپس (گھر تک) لوٹانے کی میں نے ضمانت لے لی ہے۔ اگر اسے گھر تک لوٹاؤں گا تو اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا۔ اور اگر میں نے اس کی روح قبض کر لی (یعنی وہ بندہ میدانِ جہاد میں شہید ہو گیا) تو اسے بخش دوں گا، اس پر رحم کروں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔

تشریح: یہ حدیث پاک مجاہد اور راہ خدا میں جہاد کی فضیلت و اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ علم کی فضیلت عمل سے ہے اور عمل کی فضیلت اخلاص سے ہے۔ راہ خدا میں جہاد کرنے کا اجر و ثواب بندے کو اس وقت حاصل ہوگا، جب کہ وہ اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لیے جہاد میں نکلے اور اخلاصِ قلب کے ساتھ فریضۂ جہاد ادا کرے۔ جیسا کہ ابتغاء مرضاتی سے ظاہر ہے۔

جہاد اور مجاہدینِ اسلام کے بلند مقام اور عظیم مرتبے کا اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث قدسی میں مجاہدین کی مغفرت و رحمت اور دخولِ جنت کی بشارت دی ہے۔

میرے مولیٰ! اپنے اس گنہگار اور سیہ کار بندے کو جہاد بالقلم اور جہاد بالنفس کی توفیق عطا فرما اور اپنی راہ میں شہادت کا میٹھا جام پینا نصیب فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیهم التحیة و التسلیم۔

---

(۱)-جمع الجوامع للسيوطي، حديث: ۱۵۱۰۸، ج:۵، ص:۲۸۳، دار الكتب العلميه، بيروت

عن أبي أمامة – رضی اللہ تعالیٰ عنه، قَالَ النَّبِيُّ – صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: یَا ابْنَ آدَمَ! إِنْ تَبْذُلِ الفَضْلَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكْهُ فَهُوَ شَرٌّ لَّكَ، وَلَا تُلَامُ عَلیٰ الْكَفَافِ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالیَدُ الْعُلْیَا خَيْرٌ مِنَ الْیُدِ السُّفْلیٰ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل فرمایا کہ: اے ابن آدم! اگر تم فضل (مال و دولت) خرچ کروگے (میری راہ میں) تو یہ تمہارے حق میں بہتر اور اچھا ہے۔ اور اگر مال و دولت روک کر رکھوگے (اور میری راہ میں خرچ نہ کروگے تو یہ تمہارے لیے بُرا (آفت و بلائے جان) ہے اور بقدرِ ضرورت و کفایت مال و دولت روک کر رکھنے میں تمہارے اوپر ملامت نہیں کیا جائے گا۔ اور (صدقات و خیرات دیتے وقت) اس سے شروع کرو جو تمہارے اہل و عیال ہیں۔ اور اوپر والا ہاتھ (خرچ کرنے اور دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔

---

(۱)-(الف): جمع الجوامع للسیوطی، حدیث: ۱٤۱۲۷، ٥/ ۲۸٥، دار الکتب العلمیه، بیروت

(ب): مسلم شریف، کتاب الزکاۃ، حدیث: ۲۲۷۷، ص:٤٦۹، دار الفکر، بیروت

تشریح: اس حدیث قدسی میں لوگوں کو صدقات وخیرات کی تعلیم وتلقین کی گئی ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ اور مال و دولت کے ذریعہ ”خدمتِ خلق“ کا مقدس فریضہ انجام دینے کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔

صدقات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) صدقات واجبہ، مثلاً: زکوٰۃ و صدقۂ عید الفطر وغیرہ۔ جو صاحبِ نصاب اور شرعی لحاظ سے مال دار ہیں، ان کے اوپر اپنے مال سے چالیسواں حصہ بشکل زکوٰۃ نکالنا فرض وواجب ہے۔

(۲) صدقات نافلہ، مثلاً: اپنے مال و متاع میں سے کچھ حصہ نکال کر غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مال و دولت ضرورت وکفایت سے زائد ہو۔ اگر کسی کے پاس اتنی رقم نہ ہو کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے یا ضرورت وکفایت سے زائد نہیں تو اس وقت صدقہ نہ کرنے کے سبب اس سے مواخذہ نہ ہو گا جیسا کہ حدیث کے الفاظ: ”ولا تلام علی الکفاف“ اس پر دال ہیں۔

صدقہ وخیرات کرتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ اس کی ابتدا اپنے اہل وعیال اور عزیز و اقارب سے ہو۔ بعد ازاں دیگر حضرات کا خیال رکھا جائے۔ جیسا کہ: وابدا بمن تعول سے ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمتِ خلق کا جذبہ عطا فرمائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

******